تحریر: برنارڈلوئیس

انگریزی سے ترجمہ: شیخ نذیر حسین

# ترکوں کی مذہبی رواداری

[ماہنامہ "عالم اسلام اور عیسائیت" کی اشاعت بابت دسمبر ۱۹۹۳ء میں سر شیخ عبدالقادر (م ۱۹۵۰ء) کے سفر نامہ "مقام خلافت" کا ایک باب "خلافتِ عثمانیہ کے دور آخر میں ترک - عیسائی تعلقات" کے زیر عنوان نقل کیا گیا تھا۔ ذیل میں اِس موضوع پر معروف مستشرق جناب برنارڈلوئیس کی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ موصوف نے اِن خیالات کا اظہار مسلم تاریخ کے حوالے سے لکھے گئے اپنے مقالہ "Politics and War" (سیاست و جنگ) میں کیا ہے۔ یہ مقالہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی شائع کردہ کتاب The Legacy of Islam (میراثِ اسلام) کے دوسرے ایڈیشن میں شامل ہے۔ مدیر]

اسپین سے یہودیوں کی ترکیہ کی طرف ہجرت ایک مشہور واقعہ ہے، اگرچہ تاریخ عالم کا کوئی انوکھا حادثہ نہیں ہے، جب عثمانی ترکوں نے یورپ سے رخت سفر باندھا اور ان کے اقتدار کو زوال آیا تو عیسائی اقوام جن پر ترکوں نے صدیوں تک حکومت کی تھی، اپنے ملکوں میں آباد اور موجود تھیں۔ ان کے مذاہب، ان کی زبانیں اور ثقافتیں پہلے کی طرح علیٰ حالہ برقرار تھیں۔ اور اپنے علیحدہ تشخص کے اظہار کے لیے تیار ہوچکی تھیں۔

(اس کے مقابلے) میں آج اسپین اور سسلی کے باشندوں میں ایک مسلمان بھی نظر نہیں آتا اور نہ کوئی عربی بولنے والادکھائی دیتا ہے۔

مسلم اور یہودی مہاجرین کے علاوہ وہ منحرف عیسائی جو اپنی حکومتوں سے مذہبی اور سیاسی اختلافات رکھتے تھے، ترکوں کے ہاں آکر پناہ لیتے تھے اور ان کی رواداری اور عدل گستری سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ترکوں کے مفتوحہ علاقوں کے کسانوں کی حالت سدھر گئی۔ لڑائی بھڑائی اور بدانتظامی کے بجائے ملکی وحدت اور امن و امان کا دور دورہ ہوا جس کی وجہ سے اہم سماجی اور اقتصادی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

ترکوں کی فتوحات کے نتیجے میں موروثی زمینداری مٹ گئی، پرانی جاگیریں ترک سپاہیوں میں تقسیم کردی گئیں، عثمانی قانون کی رو سے نئے جاگیرداروں کو صرف مالیہ کے وصول کرنے کا حق حاصل

تھا۔ یہ جاگیرداری دوامی اور موروثی نہ تھی، اور جب یہ جاگیردار فوجی ملازمت سے سبکدوش ہو جاتے تھے تو یہ زمینداریاں بھی بحق سرکار ضبط کر لی جاتی تھیں۔

اس کے مقابلے میں عیسائی کاشتکاروں کو ہر طرح کا تحفظ حاصل تھا۔ عثمانی قانون کے تحت وہ موروثی کاشتکار بن گئے تھے اور ان کی اراضیات تقسیم در تقسیم سے محفوظ تھیں۔ اب انہیں پہلے کی نسبت زیادہ آزادی اور خود مختاری حاصل تھی۔ ہمسایہ حکومتوں کے مقابلے میں عثمانی مملکت میں مالگزاری کی تشخیص کا طریقہ سیدھا سادا تھا اور تحصیل محصول میں انتہائی نرمی برتی جاتی تھی۔

مال و جان کے تحفظ کی وجہ سے یہ عیسائی کاشتکار دل و جان سے عثمانی حکومت کے مطیع و فرمانبردار بن گئے۔ اس کے نتیجہ میں بلقانی ریاستوں میں امن و سکون قائم رہا۔ تا آنکہ مغرب سے درآمدہ قومیّت کے فتنے نے ملک کے امن کو تہ و بالا کر دیا۔ انیسویں صدی تک بلقان جانے والے عیسائی سیاح بلقانی ریاستوں کے کسانوں کی قناعت، امن پسندی اور خوشحالی کا ذکر کرتے ہیں اور ہمسایہ عیسائی یورپ کے مقابلے میں ان کی حالت بہتر بتاتے ہیں۔ یہ فرق پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں نمایاں نظر آتا ہے جب کہ کسان یورپ میں جاگیرداروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

دیوشیرمہ (لازمی بھرتی) کا قانون جس کے تحت عیسائیوں کے لڑکوں کو فوج اور سول کی ملازمتوں کے لیے لازمی طور پر بھرتی کیا جاتا تھا اور جس کے خلاف یورپ میں بڑی چیخ پکار ہوتی تھی، فائدے سے خالی نہ تھا۔ اس طریق سے ایک معمولی دیہاتی کا لڑکا بھی سول اور فوج کے اعلیٰ مناصب تک پہنچ جاتا تھا۔ (حقیقت یہ ہے کہ) بہت سے دیہاتیوں کے لڑکے بڑے افسر بن گئے، ان کے خاندان کی سماجی حیثیت بھی اونچی ہو گئی، جس کا اس وقت کی عیسائی دنیا میں تصوّر بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

یورپ میں عثمانی مملکت کو خطرناک دشمن سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بعض لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے بڑی کشش بھی تھی۔ بعض من چلے اور طالع آزما عیسائی امیر امراء ترکوں کی رواداری کی کشش سے ترکی چلے آتے تھے۔ مفلوک الحال اور خاک نشین کسانوں کا مرکزِ امید ان کے آقاؤں کے دشمن (تُرک) بن گئے تھے۔

مارٹن لوتھر نے ۱۵۴۱ء میں ایک کتاب لکھی تھی، جس میں لوگوں کو فہمائش کی تھی کہ وہ تُرکوں کو بددعا نہ دیا کریں۔ وہ اپنے ہم مذہبوں کو متنبہ کرتا ہے کہ حریص شہزادوں، ظالم جاگیرداروں اور بڑے بڑے زمینداروں کے ستائے ہوئے غریب کسان عیسائی حکومتوں کے بجائے ترکوں کی عملداری کو ترجیح دیں گے۔ ترکوں کے خلاف عیسائی جنگجو خوب لڑے، لیکن ان کے کسانوں اور کاشتکاروں نے جنگوں میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ مسیحیت کے بڑے بڑے حامی بھی ترکوں کی سیاسی اور فوجی صلاحیّت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ترکوں کے فرضی خطرے کے بارے میں یورپ میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں، لیکن ان میں ترکوں کے نظم و نسق کی خوبیوں کا بھی ذکر ہے اور ان کو اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ (ماہنامہ "معارف" ۔ اعظم گڑھ، فروری ۱۹۸۷ء)